GOVERNMENT DEGREE COLLEGE

RAYACHOTY, ANNAMAYYA DISTRICT, A.P. 516269

(Accredited with C grade by NAAC)

DEPARTMENT OF URDU

STUDENT STUDY PROJECTS

FROM - 2018

Student Study Project

Dept of Urdu

Scanned with OKEN Scanner

Student study project

Academic year : 2018 - 2019

S/No	Name of the student	Topic	Submitted Date
1.	P. Mahaboob Jan	مرزا غالب کی غزل گوئی	12.02.2019
2.	S. Arifulla	اردو غزل کا آغاز وارتقاء	12.02.2019
3.	S. Gaddam Seema	اردو غزل کی تعریف اور فن	12.02.2019
4.	S. khwaja peer	میر تقی میر کی غزل گوئی	12.02.2019
5.	S. Madar vali	راہی فدائی کی غزل گوئی	12.02.2019
6.	S. Mohammed Nisar	اکبر الہ آبادی کی نظم گوئی	14.02.2019
7.	S. moulani	فیض کی نظم نگاری	14.02.2019
8.	S. Tasleem	اردو غزل کی روایت	14.02.2019
9.	S. Ayesha	راہی فدائی کی غزل کی تشریح	14.02.2019
10.	L. Fairoz Ali khan	الطاف حسین حالی کی غزل گوئی	14.02.2019

LECTURER
GOVT. DEGREE COLLEGE
RAYACHOTY

Scanned with OKEN Scanner

Govt Degree College . Rayachoti

Student study project

Academic year

2018 - 2019

Name : P. Mahaboob Jan

Group : BA (H.P.U)

Subject : Urdu

Topic : مرزا غالب کی غزل گوئی

Scanned with OKEN Scanner

Scanned with OKEN Scanner

غالب کی سوانح حیات

نام :- مرزا اسد اللہ خان غالب

تخلص :- غالب

پیدائش :- 8 رجب 1212ھ، دسمبر 1797ء میں آگرہ۔

وفات :- 15 فروری 1869

تعلیم :- آگرہ۔

مرزا اسد اللہ خان غالب اردو زبان کے سب سے نامور شاعر ہیں۔ انھوں نے اردو غزل کو ایک وقار اور مقام بخشا۔ اردو زبان میں نئے موضوعات اور نئے مضامین داخل کر کے اس کا دامن وسیع کیا۔ مرزا غالب کا اصل نام اسد اللہ بیگ خان تھا۔ باپ کا نام عبد اللہ بیگ تھا۔ آپ 8 رجب 1212ھ، دسمبر 1797ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب افراسیاب بادشاہ توران تک پہنچتا ہے ان کے دادا شاہ عالم کے زمانے میں ایران سے دہلی پہنچے۔

Scanned with OKEN Scanner

یہاں انہیں اعزاز و اکرام سے نوازا گیا اور پہاسو کا علاقہ بطور جاگیر عطا ہوا جو آگے چل کر ہاتھ سے نکل گیا۔ مرزا کے والد عبداللہ بیگ ملازمت کے سلسلے میں مختلف مقامات پر رہے۔ آخر کار راجہ بختاور سنگھ کے ملازم ہوئے۔ 1801ء میں کسی لڑائی میں مارے گئے۔ غالب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ چنانچہ ان کی پرورش ان کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ نے کی لیکن نو سال کی عمر میں ان کے چچا بھی فوت ہو گئے۔ نواب احمد بخش خان نے مرزا کے خاندان کا انگریزوں سے وظیفہ مقرر کرا دیا۔ امراؤ بیگم سے ان کی شادی ہوئی اور وہ دہلی میں رہنے لگے۔

شادی کے بعد مرزا کے اخراجات بڑھ گئے اور مقروض ہو گئے۔ اس دوران میں انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قرض کا بوجھ مزید بڑھنے لگا۔ آخر مالی پریشانیوں سے مجبور ہو کر غالب نے قلعہ کی ملازمت اختیار کر لی اور 1850ء میں بہادر شاہ ظفر نے مرزا غالب کو نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کا خطاب فرمایا اور خاندان تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا اور 50 روپے ماہوار مرزا کا وظیفہ مقرر ہوا۔

جنگ آزادی کے بعد مرزا کی سرکاری پنشن بھی بند ہو گئی ۔ چنانچہ انقلاب 1857ء کے بعد مرزا نے نواب یوسف علی خان والی رامپور کو امداد کے لیے لکھا ۔ انھوں نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جو مرزا کو تادمِ حیات ملتا رہا ۔ غالب کو اپنے حسب و نسب اور شاعرانہ رتبے دونوں پر ناز تھا ۔ وہ شاہانہ زندگی کے خواہش مند تھے مگر ان کی آرزو پوری نہیں ہوئی ۔ آخر عمر میں ان کی صحت بالکل تباہ ہو گئی مرنے سے پہلے بے ہوشی طاری رہی اور اسی حالت میں 15 فروری 1869ء کو انتقال فرمایا ۔

غالب کی غزل گوئی

غالب بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اس صنف کو انھوں نے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا اور اسی صنف کی بدولت انھیں حیاتِ جاوداں نصیب ہوئی ۔ غالب نے غزل کی دنیا میں قدم رکھا تو یہ وادی بہت تنگ تھی اور غزل کے موضوعات عشق و عاشقی تک محدود تھے ۔ غالب نے اسے وسعت عطا کی اور حقیقی زندگی سے تعلق موضوعات اس میں داخل کیے اس سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے اردو غزل کو فکر کے عنصر سے روشناس کیا ۔

Scanned with OKEN Scanner

آج غالب کی شہرت نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں ہے پروفیسر نورالحسن نقوی نے غالب کے کلام کی چند اہم خصوصیات پیش کی ہیں یہاں ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

جدت پسندی :-

جدت پسندی غالب کی شاعری کا خاص وصف ہے وہ لکیر کے فقیر نہیں تھے پامال راستوں پر چلنے کو انھوں نے اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ غالب صاحب ہنر تھے قدرت نے انھیں تخلیقی توانائی عطا کی تھی۔ انفرادیت ہمیشہ جدت پسندی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ جدت پسندی غالب کے مزاج کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔

وسعت مضامین :-

غالب سے پہلے اردو شاعری ایک محدود دائرے میں قید تھی۔ غالب نے اردو شاعری کو اس تنگنائے سے باہر نکالا اور اسے وسعت عطا کی۔ غالب نے زندگی کو بہت نزدیک سے دیکھا اور ہر رنگ میں دیکھا۔

عشقیہ شاعری :-

غالب نے شعر کہنے شروع کیے تو لامحالہ حسن و عشق ہی ان کا خاص موضوع تھا۔ سلیے فارسی میں انھوں نے عشقیہ شاعری کی۔ اسی کے زیر سایہ اردو کی عشقیہ شاعری نے جنم لیا تھا غالب کے ابتدائی دور کی شاعری میں عشق کا روایتی انداز ملتا ہے۔ لیکن غالب نے عشق کو فرضی اور خیالی دنیا سے باہر نکالا۔

تصوف :-

غالب نے تصوف کے مضامین کو بہت دلکش پیرائے میں ادا بیان کیے ہیں ان میں زیادہ تر مضامین فلسفۂ وحدت الوجود سے متعلق ہیں اس فلسفہ کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں صرف اللہ تعالی کی واحد ذات ایسی ہے جو معتبر ہے۔

فلسفیانہ انداز :-

غالب کی شاعری میں دل اور دماغ دونوں کی آسودگی کا سامان موجود ہے پروفیسر آل احمد سرور کہتے ہیں کہ غالب سے پہلے اردو شاعری دل والوں کی دنیا تھی غالب نے اسے ذہن دیا غالب گرچہ کہ کوئی عظیم فلسفی مفکر نہیں تھے۔

Scanned with OKEN Scanner

تخیل :-

شاعری کے لیے سب سے ضروری چیز تخیل ہے اس کے بغیر شاعری ممکن ہی نہیں اور جب ایک شاعر سے بہتر ہوتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس میں تخیل زیادہ قوی ہے غالب کو جو شے دوسرے شاعروں سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا تخیل ہے۔

تہ داری :-

غالب کے کلام کی ایک اہم خصوصیت تہ داری ہے تہ داری سے مراد یہ ہے کہ پہلی نظر شعر کے ایک معنی واضح ہوتے ہیں غور کیجئے تو اس کی تہ داری دوسرے معنی برآمد ہوتے ہیں تہ داری شاعری کی عظمت کی دلیل ہے غالب کا ایک شعر ہے۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے۔
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا۔

اس شعر کے کئی معنی ہے پہلا مطلب یہ ہے کہ دشت کی ویرانی کو دیکھ کے گھر یاد آیا کہ وہ بھی ایسا ہی اجاڑ تھا۔

Scanned with OKEN Scanner

طنز و ظرافت :-

غالب نے اپنی شاعری اور نثر دونوں میں طنز و ظرافت کا خوب استعمال کیا ہے۔ طنز زہر بھرے نشتر کی طرح ہوتا ہے لیکن شوخی و ظرافت سے بھرپور ہوتی ہے اصل زندگی میں بھی، خطوں میں بھی غالب نے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے شوخی اور ظرافت کا خوب استعمال کیا ہے۔

غالب کے کلام کی اور بھی خصوصیات ہیں جیسے آفاقیت انداز بیان، مصوری، موسیقی، انتخاب الفاظ اور ابہام وغیرہ۔

غرض غالب نے اردو شاعری کو ذہن دیا۔ غور و فکر کی قوت عطا کی، اپنے دلکش انداز بیان سے اردو غزل کے باغ کو مہکا دیا۔

Scanned with OKEN Scanner

غزل - (مرزا اسد اللہ خاں غالب)

درد ، منتِ کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا ، برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا ، گلہ نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کے رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ؟
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا ؟

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا !

Scanned with OKEN Scanner

غالب کی شاعری

غالب کے بارے میں عبادت بریلوی لکھتے ہیں "غالب زبان اور لہجے کے چابک دست فنکار ہیں اردو روزمرہ اور محاورے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی سادگی دل میں اتر جاتی ہے"

عبدالرحمان بجنوری لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں وید مقدس اور دیوان غالب"۔

اردو شاعری میں مرزا غالب کی حیثیت ایک درخشاں ستارے کی سی ہے انھوں نے اردو شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اسے نئے نئے موضوعات بخشے اور اس میں ایک انقلابی لہر دوڑا دی۔ ان کی شاعری میں فلسفیانہ خیالات جا بجا ملتے ہیں غالب ایک فلسفی ذہن کے مالک تھے۔ انھوں نے زندگی کو اپنے طور پر سمجھنے کی بھرپور کوشش کی اور ان کے تخیل کی بلندی اور شوخی فکر کا راز اس میں ہے کہ وہ انسانی زندگی کی نشیب و فراز کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

Scanned with OKEN Scanner

غالب کی تصانیف

1) مہر نیم روز :- امیر تیمور سے ہمایوں تک کی تاریخ فارسی میں لکھی گئی۔ بہادر شاہ ظفر کے ایماء پر لکھی گئی۔

2) سبد چین :- قصائد، قطعات اور خطوط فارسی زبان 1867ء میں شائع ہوئی۔

3) پنج آہنگ :- انشاء پردازی کے اصولوں پر مشتمل فارسی زبان۔

4) قاطع برہان :- فارسی لغت غالب نے اس پہ تنقید بھی لکھی جو ناپسندکی گئی۔

5) ابرِ گہر بار :- فارسی مثنوی سن 1864ء میں کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

6) لطائف غیبی :- رسالہ سیف الحق کے فرضی نام سے لکھا گیا۔

7) کلیات نظم :- قصائد، غزلیات، قطعات، مثنویات رباعیات وغیرہ فارسی زبان میں

8) دستنبو :- 11 مئی 1857ء سے یکم جولائی 1858ء تک کے حالات غالب اپنی یہ تصنیف ملکہ وکٹوریہ کو پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

9) گل رعنا، مئے خانہ آرزو :- غالب نے اپنے یہ دونوں دیوان "نواب سراج الدین علی خاں" اور امین الدین نواب لوہار" کی فرمائش پر لکھے۔

10) دیوان غالب :- اردو دیوان پہلا ایڈیشن ۱۸۴۱ء میں شائع ہوا۔

Student Study Project

Academic year: 2019-20

S/No	Name of the student	Topic	Submitted Date
1.	P. Sumaiah	الطاف حسین حالی ادبی خدمات	02.03.2020
2.	S. Abdulla	اردو زبان کا آغاز و ارتقاء	02-03-2020
3.	S. Areefulla	مثنوی کا آغاز و ارتقاء	02-03-2020
4.	S. Fayaz	فورٹ ولیم کالج کی خدمات	02.03.2020
5.	S. Rahamatulla	علامہ اقبال کی نظم گوئی	02.03.2020
6.	S. Sirajuddeen	سر سید احمد خان کی ادبی خدمات	02.03.2020
7.	S. Umar Farooqi	اردو تنقید کا آغاز و ارتقاء	02.03.2020

LECTURER
GOVT. DEGREE COLLEGE
RAYACHOTY.

Scanned with OKEN Scanner

Gov't Degree College Rayachoti

Student Study project

Academic Year

2019 - 2020

Name : PATAN. SUMAIAH

Group : BA (HPU)

Subject : Urdu

Topic : الطاف حسین حالی کی ادبی خدمات

Scanned with OKEN Scanner

حالی کی صد سالہ برسی کے موقع پر خصوصی اشاعت

بچوں کے حالی

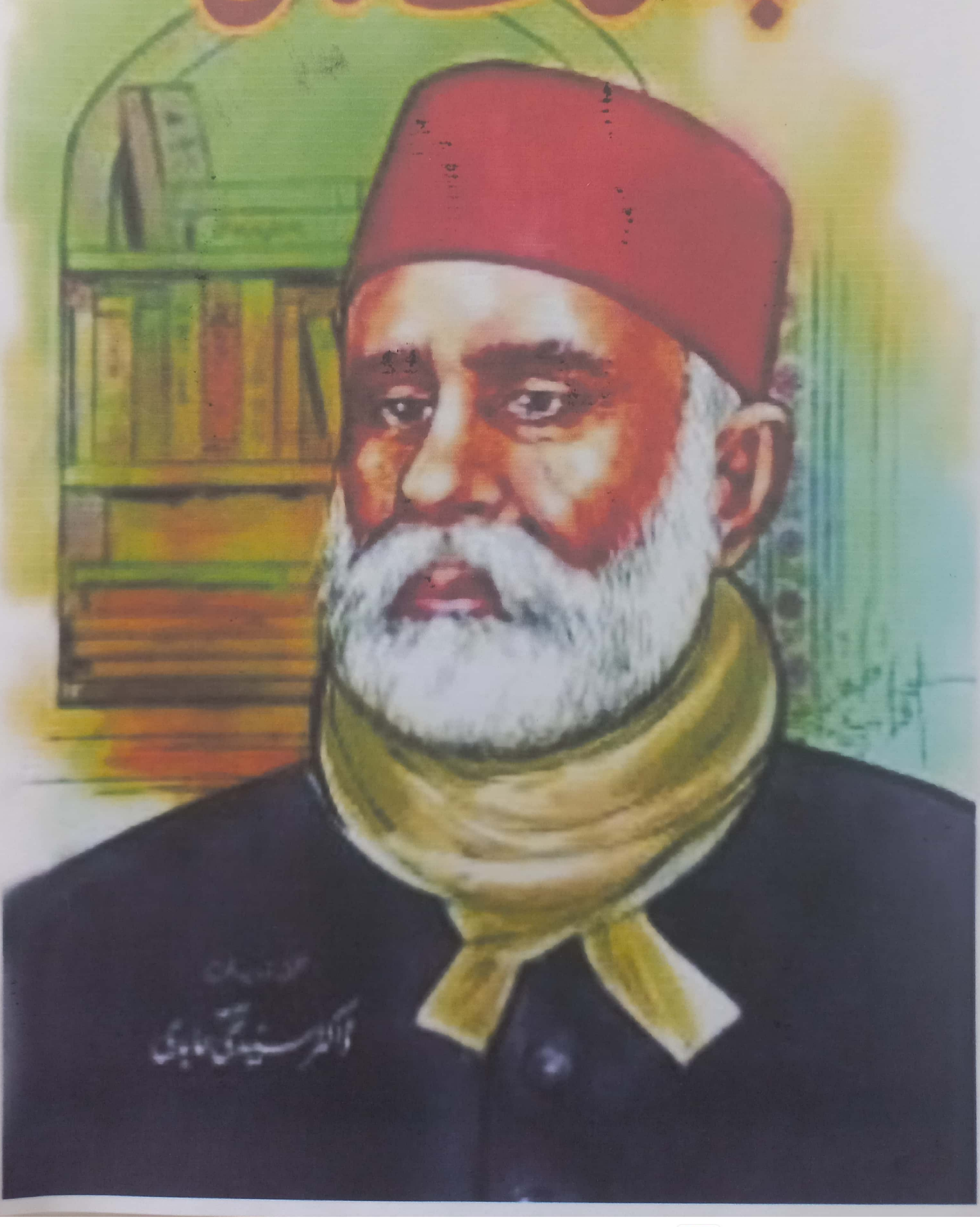

ڈاکٹر سید تقی عابدی

الطاف حسین حالی کی سوانح حیات

نام :- الطاف حسین حالیؔ

تخلص :- حالیؔ

پیدائش :- 1837ء میں پانی پت

وفات :- 31 دسمبر 1914ء

تعلیم :-

تصانیف :- مقدمہ شعر و شاعری، حیات سعدی، حیات جاوید، مسدس حالی مدوجزر اسلام یادگار غالب۔

مولانا الطاف حسین حالیؔ کی پیدائش 1837ء میں پانی پت میں ہوئی۔ حالیؔ جب نو (9) برس کے تھے تبھی ان کے والد خواجہ ایزد بخش کا انتقال ہو گیا اور ان کی پرورش کا ذمہ ان کے بڑے بھائی اور بہن نے لے لیا۔ حالیؔ نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد عربی اور

فارسی کی بھی تعلیم حاصل کی۔

حالیؔ ابھی صرف 17 سال کے ہی تھے کہ ان کی شادی ہوجاتی ہے۔ 1854ء میں دلی جاکر مولانا نوازش علی سے ڈیڑھ سال تک تعلیم حاصل کی۔ لیکن حالات خراب ہونے کی وجہ سے پھر پانی پت لوٹ آئے اور تین چار سال تک مصطفیٰ خان شیفتہؔ کی صحبت میں رہے۔ یہاں شعر و شاعری کا جذبہ پھر سے ابھرنے لگا۔ وہاں سے کچھ سال بعد پھر لاہور آئے اور یہاں انگریزی سے اردو ترجمہ کی گئی کتابوں کی عبارت کی اصلاح کرنے لگے اور ایک اسکول میں کچھ دنوں تک استاد بھی رہے۔

لاہور میں چار سال کے بعد حالیؔ وہاں سے دہلی چلے گئے اور وہاں سے سرسید کے ساتھ علی گڑھ چلے گئے اور پھر حیدرآباد دکن میں ملازمت کے بعد پانی پت چلے آئے۔ حالیؔ نے ہر طرح سے اپنی شاعری میں دنیاوی رنگ اتارا ہے۔ 1857ء میں دلی میں جو کہرام مچا وہ حالیؔ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دلی کے حادثے کا تذکرہ حالی نے اپنی شاعری میں اس طرح سے کیا ہے کہ آنکھیں نم ہو جائیں۔

Scanned with OKEN Scanner

حالیؔ ایک ایسے شاعر گزرے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں سماج کی تکلیفوں کو دکھایا ہے۔ ان کے دکھوں کو ظاہر کیا ہے۔ اس کے علاوہ حالی نے معاشرے کی مظلوم عورتوں کے بارے میں لکھا ہے۔ عورتوں کی خاموشی کو دیکھتے ہوئے ان کی نظمیں "چپ کی داد" اور ایک بیوہ عورت کی مجبوری کی کہانی کی نظم "مناجات بیوہ" بہت زیادہ مشہور ہوئی۔ حالیؔ کی شاعری میں سادگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ حالیؔ نے زمانے کی عوام کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اس لیے ان کی شاعری دل میں اترتی ہے۔ حالیؔ نے مرثیہ، مثنوی، رباعیات جیسی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور تقریباً سب مشہور ہوئیں۔

حالیؔ ایک ترقی پسند شاعر ہیں جنہوں نے اردو نثر اور نظم دونوں میں اپنا کمال دکھایا۔ انہوں نے اردو شاعری کو ایک نیا موڑ دیا۔ اردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے میں ان کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

ان کی ابتدائی تعلیم وطن میں اور کچھ تعلیم دہلی میں ہوئی۔ وہ اردو کے ادبی نظریہ ساز ناقد، سوانح نگار اور صاحب طرز انشا پرداز ہیں۔ شاعر کی حیثیت سے بھی ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ان کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اردو شاعری کو نئی راہوں پر ڈالا۔ غزل اور قصیدے کی خامیوں کو دفع کیا۔ ان کی غزلیں اور نظمیں لطف و اثر کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی ہے۔ ان کے کلام میں سادگی، دردمندی اور جذبات کی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔

مولانا حالی شعر و ادب کو محض مسرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ شاعری کی مقصدیت کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاعری زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ہو سکتی ہے اور دنیا میں اس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں۔ وہ شاعری کے لیے تخیل، مطالعہ کائنات اور مناسب الفاظ کی جستجو کو ضروری سمجھتے تھے۔ حالی کو غالب، شیفتہ اور سر سید کی صحبت حاصل تھی جس سے ان کے تنقیدی شعور کو جلا ملی۔

حالیؔ کی وفات کے سو برس پورے ہوئے۔ ملک کے مختلف گوشوں میں حالی اور شبلی کی وفات کا صد سالہ جشن اہتمام سے منانے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ایسے میں صالحہ عابد حسین کی تحریر "یادگارِ حالیؔ" کے مندرجات پر گفتگو ایک کارآمد ادبی طور مانا جاسکتا ہے۔ 1950ء میں پہلی بار "یادگارِ حالی" کے سو برس گزرنے کے باوجود شاید اس سے بہتر حالی کی کسی نے سوانح نہ لکھی۔ اپنی زبان کے سب سے بڑے سوانح نگار کے ساتھ یہ سلوک کہ اس کی سوانح لکھنے کی مجبوری کے اہلِ خاندان تک سمٹ آئے، اسے قوم کی طرف سے ایک ظالمانہ ہی کہا جائے گا۔ غالب اور سرسیّد کو حالی ملے، شبلی کو سیّد سلیمان ندوی مل گئے۔ دوسروں نے بھی شبلی کی سوانح پر توجہ کی لیکن حالی کی طرف اس باب میں ہمارے ادبی سماج نے خاطر خواہ پیش رفت نہیں کی۔ اس اعتبار سے اس کتاب کے دیباچے میں مصنفہ کی بار بار یہ توقع کہ اس کام کو کسی بڑے اور مستند ادیب کو کرنا چاہئے تھا، وہ خواب آج بھی شرمندہ متعبیر ہے۔

حالی کی شخصیت کو ہم ان کی شاعری کی طرح سادہ سمجھتے رہے ہیں۔ انھوں نے غالب اور سرسیّد کی سوانح لکھنے کے

دوران اپنی زندگی کی جھلک پیش کی۔ اس میں بھی ایک سادہ سی زندگی مظاہر اُبھرتے ہیں۔ ایسے بے اور غیر آرائشی تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن بے نمک اور غیر پُرکار سمجھنا مناسب ہوگا۔ حالی کی شخصیت سادہ تو ہے لیکن اس کی تعمیر و تشکیل میں پرت در پرت کی کیفیت ہے۔ ان کی تصنیفات اس قدر مختلف النوع ہیں۔

جن کی رنگا رنگی اور بوقلمونی کے مقابلے میں اردو کا کوئی دوسرا مصنف شاید ہی سری کا دعوا کر سکے۔ غالب اور سر سید کی شخصیات بہت پیچ دار ہیں۔ لیکن کمال یہ ہے کہ

* ہے جستجو کہ خوب سے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

* ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

ان کے سوانح نگار کی شخصیت ان کے برعکس اس قدر سادہ ہے کہ اس آئینے کے سامنے آتے ہی غالب اور سر سید دونوں ہی غالب اور سر سید دونوں ہی اسی طرح سادگی اور پُرکاری کا دیکر نظر آتے ہیں۔ دوران کی زندگی کے پوشیدہ اوراق کھلتے تے ہیں۔

صالحہ عابد حسین دگار حالی، جیسے بڑے کام اہل ہیں
یا نہیں، اس کی بحث طویل تر اس لیے نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہ خود بھی
بار بار اس کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں کہ حالی کی سوانح کسی
مستند اور بزرگ اہل قلم کو لکھنا چاہیے تھی۔ کم از کم کسی ایسے بڑے
لکھنے والے کو کام میں ضرور شامل ہونا چاہیے تھا۔ جس کا تعلق مہر
اور سست حالی کے خاندان سے نہ ہو۔

اس طرح حالی کی سوانح
محمعروفی نقطہ نظر اور بے رنگ طریقہ سے مکمل دکھائی دیتی لیکن
یہ مفروضہ ہی رہ گیا، اور ہمارا انداز یہ رہا: بھاری پتھر تھا، چوم کر چھوڑا۔
ہمیں یہ ہونا چاہیے کہ صالحہ عابد حسین نے اس سوانح کو تقریباً چھتیس
پینتیس برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا۔ انھوں نے نے خود اقرار کیا ہے۔
دو ڈھائی برس کی مسلسل محنت کے بعد یہ کتاب مکمل ہوئی۔

جب صالحہ نے یہ کتاب لکھی، اس وقت ہماری زبان کی کوئی
معتبر لکھنے والی نہیں تھیں۔ ابھی ابھی ان کی تصنیفات و تالیفات کی
شہرتیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ بات زیادہ
پسندیدہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک نو عمر مصنفہ کو اتنی بڑی ذمہ داری
کیا صرف اس لیے اٹھانی چاہیے کہ اس موضوع پر معتبر تصنیف کی ضرورت
تھی۔

اور اسی وقت تک ایسی کوئی مکمل تحریر سامنے نہیں آ سکی تھی؟
اصل معاملہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سوانح حالی کی تحریر و تصویر حالی
کے حصّہ میں دو کھلے اسباب سے آئی۔ خاندان حالی کا چشم و چراغ
ہونے کی وجہ سے بعض بنیادی مآخذات تک پہنچنے میں انھیں
جو آسانی تھی، وہ شاید کسی دوسرے فرد کو ہو سکتی تھی۔ صالحہ نے اپنے
خاندانی مآخذات کا بڑے سلیقہ سے ہوتے تھے۔

یہاں انھوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اسی دوران
غالب سے ان کی ملاقات ہوئی اور انھوں نے اردو فارسی کا کچھ
کلام بہ غرضِ اصلاح انھیں دکھلایا۔ اس کے علاوہ غالبؔ سے فارسی
کے کچھ قصائد پڑھے لیکن سال ڈیڑھ سال بعد ہی اہلِ خانہ کے دباؤ
کی وجہ سے انھیں وطن لوٹنا پڑا۔
1863 میں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ، رئیسِ جہانگیر آباد،
ضلع بلند شہر سے وابستہ ہو گئے۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔
شیفتہ ممتاز عالم، اردو فارسی کے خوش فکر شاعر اور صاحبِ ذوق انسان
تھے۔ ان کی صحبت میں حالیؔ کا ادبی مذاق اور نکھر گیا۔ اس درمیان
غالب اور دہلی سے بھی ان کا ربط برابر قائم رہا۔

1872 میں وہ لاہور چلے گئے۔ وہاں انھیں گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازمت مل گئی۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی عبارت درست کردیا کریں۔ اس طرح انھیں زبان سے متعلق مغربی خیالات اور بعض جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ہے یہیں سے ان کا ذہن میں اردو نثر کی اصلاح کا خیال بھی آیا۔ جب کرنل ہالرائڈ نے لاہور میں "انجمن پنجاب" کی بنیاد ڈالی تو حالی نے اس میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ حالی کو محمد حسین آزاد کے ساتھ جدید اردو نظم کے بنیاد گزاروں میں نام دیا جاتا ہے۔

حالی نے اردو میں کئی سوانح عمریوں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ "حیات سعدی" [1886] "یادگار غالب" [1894] اور حیات جاوید ان کی مشہور سوانح عمریاں ہیں۔

تعارف :-

خواجہ الطاف حسین اردو ادب وسخن میں ایک ایسا نام ہے جس کے احسانات کی بدولت جدید اردو عالمی معیار کے سفر پر گامزن ہوئی۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس نے اردو ادب وسخن دونوں میں بھرپور خامہ فرسائی اور اہل دنیا

سے داد و تحسین وصول کی۔ اسی کی کاوشوں کی بدولت برصغیر
پاک و ہند میں علم و عمل کے چراغ روشن ہوئے اور بصیرتوں سوز ندگی
کا سراغ ملا۔ اردو علم و ادب کا ہر شعبہ کا ممنوع احسان ہے۔
شاعری ہو یا نثر، تنقید ہو یا تحقیق ہر پہلو میں حالی ہی کو معیار
سمجھا جاتا ہے۔

طرزِ تحریر :-

الطاف حسین حالی کی نثر نگاری کی خصوصیات

مقصدیت :-

حالی نے ہمیشہ مقصدیت کو اولین ترجیح دی اور اپنی
تحریروں سے اصلاح معاشرہ کی کاوشیں کیں۔ آپ نے ادب وسخن
سوز ندگی کا حقیقی ترجمان بنا ڈالا کیونکہ آپ کے نظریہ کے مطابق
ایسا ادب بے ادبی ہے جو ترجمانِ حیات نہ ہو۔ مثال کے طور پر وہ رقم
طراز ہیں۔

* ہوتی نہیں قبول دعا ترکِ عشق کی
دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں

* جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے
اس دین میں اب بھائی خود بھائی سے جدا ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

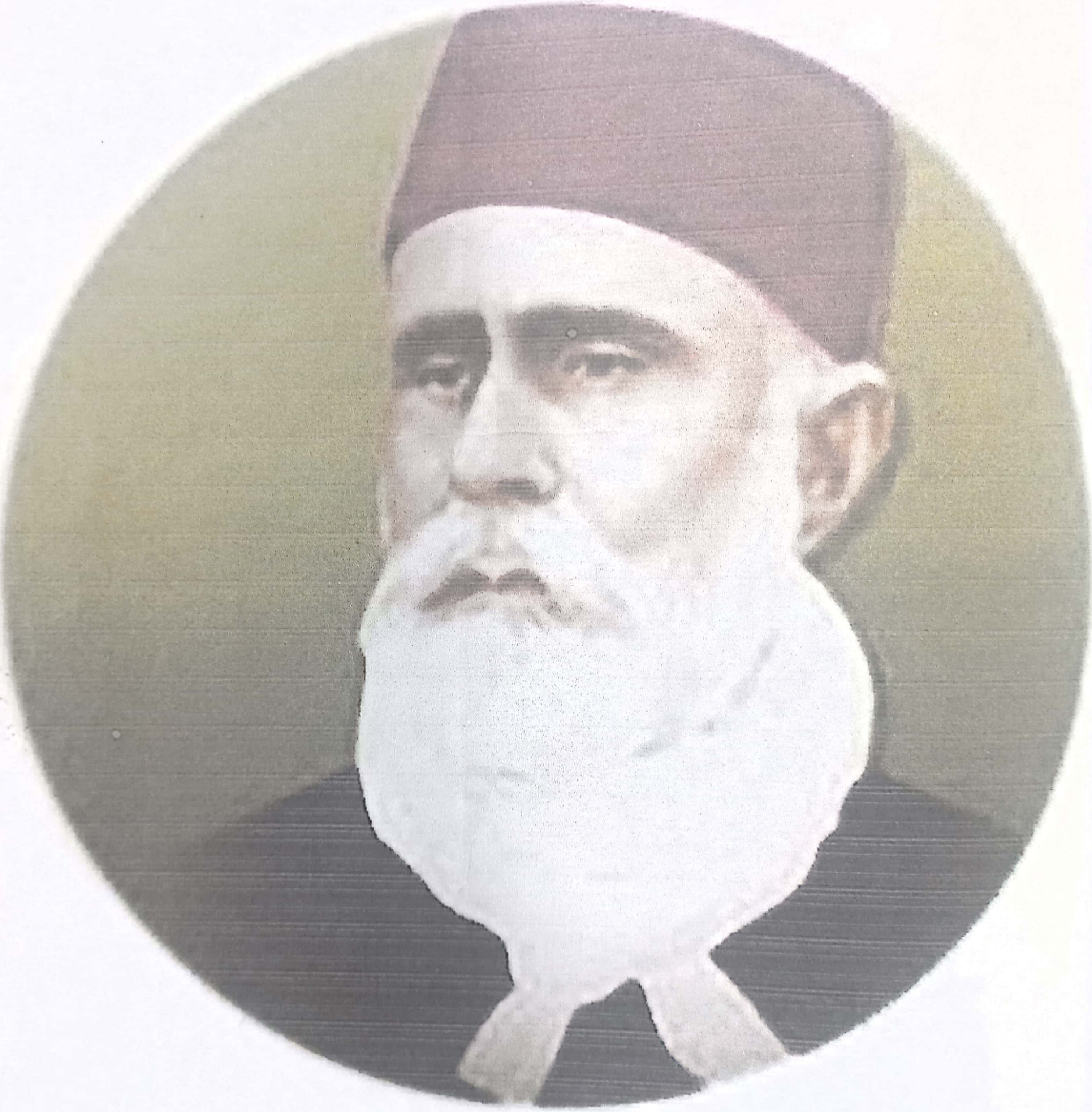

Scanned with OKEN Scanner

Student Study Project

Academic year: 2021 - 2022

S/No	Name of the student	Topic	Submitted Date
1.	P. Afzal khan	خطوطِ غالب	04.04.2022
2.	S. Baba Fakruddin	میرامن کی باغ و بہار	04.04.2022
3.	S. Fahmida	علامہ اقبال کی شاعری	04.04.2022
4.	S. MD Ghouse	مثنوی پھول بن کا خلاصہ	04.04.2022
5.	S. Nameera	اردو میں مرثیہ نگاری	04.04.2022
6.	S. Sofiya Begum	میرانیس کا مرثیہ	06.04.2022
7.	S. Mansoor	رباعی کا فن	06.04.2022
8.	S. Nafeesa	رباعی گوئی کا ارتقاء	06.04.2022
9.	S. Ameen peer	امجد حیدرآبادی کی رباعی	06.04.2022
10.	S. Faheem	حالی تنقید نگاری	06.04.2022

LECTURER
GOVT. DEGREE COLLEGE
RAYACHOTY.

Scanned with OKEN Scanner

GOVT DEGREE COLLEGE.RAYACHOTY

DEPARTMENT OF URDU

STUDENT STUDY PROJECT

ACADAMIC YEAR 2021-2022

Scanned with OKEN Scanner

Gov't Degree College
(Rayachoti)

Student Study Project

Academic Year

2021 - 2022

Name : SHAIK FAHMIDA

Group : B.A (HPU)

Subject : URDU

Topic : علامہ اقبال کی شاعری

Scanned with OKEN Scanner

نام :- ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

تخلص :- اقبالؔ

پیدائش/ولادت :- 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ

والد کا نام :- شیخ نور محمد

والدین کا نام :- امام بی بی

مجموعہ کلام :- ارمغان حجاز ، بانگِ درا ، بالِ جبرائیل ، ضربِ کلیم

خطاب :- "سر" 1923ء

نظمیں :- "طلوع اسلام ، ملی ترانہ ، مسجد قرطبہ ، چاند اور تارے"

انتقال :- 21 اپریل 1938ء

Scanned with OKEN Scanner

اقبال کا خاندان

"ڈاکٹر اقبال" کے آباؤ اجداد کشمیر سے آکر سیالکوٹ میں آباد ہوگئے تھے جو سپرگوت کے برہمن آج سے ڈھائی سو سال پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال اسی کے چشم و چراغ تھے۔ ڈاکٹر اقبال کے والد "شیخ نور محمد" بڑے نیک اور اللہ والے بزرگ تھے۔ سیالکوٹ میں ان کا چھوٹا سا کاروبار تھا، وہ سارے شہر میں نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔

تعلیم و تربیت

ان کے دو بیٹے تھے۔ عطاء محمد اور محمد اقبال

یہی اقبال ہیں۔ جو آگے چل کر ایشیاء کے سب سے بڑے شاعر مانے گئے۔ اقبال 1877ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ شیخ نور محمد نے اپنے بچوں کو اردو، فارسی اور انگریزی تعلیم دلوائی

"شیخ عطا محمد" جو اپنے چھوٹے بھائی (اقبال) سے چودہ برس بڑے تھے۔ انجینئر بن گئے اور اقبال مشن اسکول میں تعلیم پا کر کالج میں داخل ہو گئے۔

"شیخ نور محمد" کے دوستوں میں مولوی میر حسن نامی ایک بڑے عالم تھے جو مشن اسکول میں عربی پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے پڑھانے میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جو کچھ بتا دیتے تھے وہ بات دلوں پر نقش ہو جایا کرتی تھی۔

شاعری کا شوق و ذوق

اقبال ابھی اسکول میں پڑھتے ہی تھے کہ ان کی طبیعت کے اصلی جوہر کھلنے لگے اور انہوں نے شاعری کی طرف توجہ کی۔ مولانا روم کے اشعار اقبال کو نہایت پسند تھے۔ آپ نے اس زمانے میں اپنے کلام حضرت داغ کو بغرض اصلاح بھیجنا شروع کیا۔ داغ ڈاک کے ذریعے سے آپ کے کلام کی اصلاح کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

سیالکوٹ سے لاہور

پرائمری، مڈل اور انٹرنس کے امتحانوں میں
آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی بلکہ وظائف بھی ملنے لگے۔ جب سیالکوٹ
میں کالج بن گیا تو اس میں داخل ہوگئے۔

مولوی میر حسن سے عربی اور فارسی پڑھتے تھے۔ محنت
کر کے آپ نے عربی اور فارسی میں خاص لیاقت پیدا کرلی۔ سیالکوٹ میں
"ایف اے" کا امتحان پاس کر کے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے کے لیے لاہور
پہنچے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ ہوگئے۔ اس کالج میں آرنلڈ نامی
ایک لائق اور ہمدرد پروفیسر تھے جو اقبال سے بڑی محبت اور شفقت سے
پیش آیا کرتے تھے۔

لاہور میں مشاعرے بھی ہوتے تھے جن میں اس زمانے
کے مشہور شعراء اپنا کلام سناتے تھے۔ اقبال بھی ان محفلوں میں جانے اور اپنا
کلام سنانے لگے۔ آہستہ آہستہ سب کی نظریں ان پر پڑنے لگیں اور ان کی

Scanned with OKEN Scanner

عمر 22 سال کی تھی کہ لاہور کے ایک مشاعرہ میں انہوں نے ایک غزل پڑھی۔ اس مشاعرے میں مرزا ارشد گرگانی بھی تھے جو ان دنوں چوٹی کے شاعروں میں گنے جاتے تھے۔ جب اقبال نے یہ شعر پڑھا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

تو مرزا ارشد "تڑپ" اٹھے اور کہنے لگے "میاں صاحبزادے سبحان اللہ! اس عمر میں یہ شعر!"

کلام کی مقبولیت

اقبال بی۔ اے میں کامیاب ہوئے۔ عربی اور انگریزی میں اول آنے پر انہیں سونے کے دو تمغے بھی ملے بی اے کے بعد آپ نے ایم اے کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ایک "سونے کا تمغا" انعام میں ملا۔ آپ پہلے اورینٹل کالج میں اور بعد میں گورنمنٹ کالج میں فلسفی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جس زمانے میں وہ کالج میں پڑھتے تھے ان کی دھوم مچ گئی تھی۔ 1899ء انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں اپنا

انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں آپ نے "نالہ یتیم" کے عنوان سے ایک درد انگیز نظم پڑھتی جس سے سننے والوں کے دل بے چین ہوگئے اور حاضرین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ پھر آپ نے "ہمالہ" "ہندوستان ہمارا" وغیرہ نظمیں لکھیں جو ہندوستان بھر میں پسند کی گئیں۔

ان دنوں لاہور سے شیخ عبدالقادر "مخزن" نامی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے۔ سب سے پہلے اقبال کے اشعار اس رسالہ میں شائع ہونے لگے۔ اقبال اور شیخ عبدالقادر میں بڑا میل جول تھا۔

روزانہ کا پروگرام

ان دنوں ان کا طریقہ تھا کہ صبح اٹھ کر نماز اور نماز کے بعد اونچی آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ پھر ورزش کرتے، کالج کا وقت ہوجاتا اور کچھ کھائے پیئے بغیر کالج چلے جاتے اور دوپہر کو آکر کھانا کھاتے تھے۔ عام طور پر وہ کھانا صرف ایک وقت کھاتے، صبح کو چائے بھی نہیں پیتے تھے ہاں کبھی کبھی رات کو نمکین چائے پی لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ پورے دو مہینے رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز بھی پڑھتے تھے۔

سفرِ یورپ

اس زمانے میں پروفیسر آرنلڈ اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو کر ولایت چلے گئے۔ 1905ء میں اقبال بھی یورپ روانہ ہو گئے۔ اقبال انگلستان پہنچ کر "کیمبرج یونیورسٹی" میں داخل ہوگئے اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ کیمبرج میں فلسفہ کا امتحان پاس کرکے آپ نے ایران کے فلسفہ کے متعلق ایک کتاب لکھی جس پر جرمنی کی یونیورسٹی نے آپ کو پی ایچ ڈی ڈگری عطا کی۔ جرمنی سے واپس آکر آپ نے لندن میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ان دنوں پروفیسر آرنلڈ لندن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے۔ جب وہ رخصت ہوگئے تو اقبال چھ ماہ تک ان کی جگہ عربی پڑھاتے رہے۔

اقبال نے یورپ پہنچ کر ایک ایسی دنیا دیکھی جو ان کے لئے بالکل نئی تھی۔ یورپ والوں کی تہذیب میں ان کو خوبیاں بھی نظر آئیں اور برائیاں بھی۔ ان کی ظاہری شکل تو آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی تھی مگر جب سا ئرنے ٹٹولا تو اندر سے کھوکھلا پایا۔ ان کے دل پر بڑی چوٹ لگی۔ اگر سب انسان ایک ہی کنبہ کے لوگ ہیں تو پھر ان میں اتنا فرق کیوں، کی لوٹ کھسوٹ کیا تک

جاری رہے گی؟ اور کیا انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہونا چاہئے جو یورپ کی قوموں کے سامنے ہے؟

ہندوستان واپسی

ولایت سے واپس آکر انھوں نے اردو میں بہت سی نظمیں لکھیں لیکن اب فارسی کی طرف ان کی توجہ زیادہ ہوگئی تھی۔ کچھ عرصہ تک انھوں نے اردو میں شعر کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ لیکن زندگی کے آخری سالوں میں پھر کیں اردو کی طرف توجہ کی۔ اردو کو چھوڑ کر فارسی میں شعر کہنے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو فارسی زبان شاعری کے لئے بہت موزوں ہے۔ اور دوسرا اب اقبال کی شاعری کا رنگ بدل گیا تھا، وہ کہتے تھے کہ میں صرف ہندوستان کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے شعر کہتا ہوں اور فارسی کے سوا کوئی زبان ایسی نہیں جس کے ذریعے اپنے خیالات دوسرے ممالک کے مسلمانوں تک پہنچائے جاسکتے ہوں۔

اقبال 1908ء میں ولایت سے ہندوستان واپس آئے اور گورنمنٹ کالج میں پڑھانے لگے جہاں سے آپ کو پانچ سو روپئے تنخواہ ملتی ہے۔ آپ کو وکالت کرنے کی بھی اجازت تھی۔

جنگ طرابلس و بلقان

ڈاکٹر اقبال کو یورپ سے آئے دو ڈھائی سال ہوئے تھے
کہ اٹالیہ نے ترکی سے طرابلس چھین لیا - یہ زخم ابھی تازہ تھا کہ بلقان کی عیسائی
ریاستوں نے جو مدت سے ترکی کی ماتحت تھیں بغاوت کردی - اقبال کی طبیعت
پر ان واقعات کا بہت اثر پڑا - چنانچہ انھوں نے اس زمانے میں "شکوہ" لکھا
جو ان کی نظموں میں بہت مشہور ہے کہ پہلے پہل اقبال نے اس نظم کو انجمن حمایت
اسلام لاہور کے جلسے میں پڑھا تو ان کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز سامعین کے
دلوں میں اس طرح نشتر گھنگھولنے لگی کہ آہوں اور سسکیوں کے سوا سارے جلسے
میں کچھ اور سنائی نہیں دیتا تھا - اقبال نے بہت سی اچھی نظمیں لکھی ہیں - لیکن
"شکوہ" سے زیادہ ان کی کوئی اور نظم اتنی مقبول نہیں ہوئی -

فلسفۂ خودی

1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی - ان دنوں اقبال
کے دل میں ایسے خیالات موجزن تھے جنھیں اردو میں پوری طرح ظاہر کرنا
مشکل معلوم ہوتا ہے - اس لئے آپ فارسی میں شعر کہنے لگے - فارسی میں انہوں

نے جو باتیں کہی ہیں - وہ اس لحاظ سے بالکل نئی ہیں کہ یورپ یا ایشیا کے کسی شاعر نے انہیں چھوا تک نہیں - فارسی میں آپ نے "اسرارِ خودی" اور "رموزِ بے خودی" لکھ کر حضرت انسان کی پوزیشن اور ان کے معیار کو بلند و بالا بنا دیا - اگلے زمانے کے بہت سے شاعروں نے یہی خودی بالکل مٹا دینی چاہیے - اس قسم کے خیالات سب سے پہلے یونان میں پیدا ہوئے اور جب مسلمانوں نے یونانی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا تو یہ باتیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئیں - ان کا خیال تھا کہ انسان کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے صرف خدا پر بھروسہ کر کے گوشہ گیری اختیار کرنی چاہیئے - اگر کوئی شخص زندگی پانا چاہتا ہے تو اس چاہیے کہ اپنے آپ کو فنا کر ڈالے - اس قسم کے خیالات نے مسلمانوں کو کاہل اور بے عمل بنا دیا تھا - اقبال نے "اسرارِ خودی" میں اس قسم کے خیالات کی سخت مخالفت کی -

اقبال کے اشعار قرآن شریف کی سچی تعلیم کے علمبردار ہیں -

وہ کہتے ہیں کہ اپنے اپ کو پہچانو ، دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ تمہارے لئے ہے - دل سے ڈر اور خوف بالکل نکال دو ، دریاؤں میں کود پڑو ، لہروں سے لڑو ، چٹانوں سے ٹکرا جاؤ کیونکہ زندگی پھولوں کی سیج نہیں ، میدان جنگ ہے -

Scanned with OKEN Scanner

آپ کا لباس

اب ذرا ان کے لباس کا بھی حال سن لیجئے۔

ابتداء میں وہ شلوار اور کرتا پہنتے تھے۔ سر پر سفید پگڑی ہوتی تھی۔
ولایت جاکر انگریزی لباس بھی پہننا پڑا لیکن وہ لا یت سے آنے کے بعد
عام طور پر شلوار قمیض اور فراک کوٹ کے ساتھ ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔
کبھی کبھی پتلون پہن لیتے تھے۔ تو اس کے ساتھ ہیٹ کی جگہ ترکی ٹوپی ہوتی
ہے۔ وہ انگریزی لباس کو پسند نہیں کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے پتلون
کی بنسبت شلوار زیادہ پسند ہے۔

ملازمت سے استعفیٰ

ڈاکٹر اقبال نے ڈھائی سال ملازمت کرنے کے بعد
یکایک استعفیٰ دے دیا کیونکہ وہ اپنے خیالات آزادی سے ظاہر نہیں
کر سکتے تھے۔ اب آپ نے بیرسٹری کی طرف زیادہ توجہ کی لیکن دولت

Scanned with OKEN Scanner

کمانے کا انکو زیادہ شوق نہیں تھا۔ اسلئے تنخواہ صرف اتنی ہی مقدار سے لیتے تھے جن سے ان کا خرچ پورا ہوجاتا تھا۔

ناسازئی طبع

ڈاکٹر صاحب کو کچھ عرصہ سے درد گردہ کا مرض تھا۔ پھر چوتھے پانچویں سال اس درد کے دورے پڑتے تھے۔ 1924ء میں عید کی نماز پڑھ کر آئے اور گرم دودھ ڈال کر سویاں کھالیں۔ سویاں کھاتے ہی انکی آواز بیٹھ گئی۔ بہت علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا جس کی وجہ سے ہائیکورٹ کا جانا بند ہوگیا۔ نواب صاحب بھوپال نے آپ کی مالی مشکلات کے مدنظر آپ کے نام ماہوار 500 روپے کا وظیفہ جاری کردیا جو وفات تک ان کو برابر ملتا رہا۔

سفرِ مدراس ،میسور و حیدر آباد

1926ء میں وہ لاہور کے حلقہ سے کونسل کی ممبری کے لیے کھڑے ہو کر کامیاب ہوئے۔ 1928ء میں انہیں مدراس سے لیکچر دینے کے لئے بلاوا آیا۔ وہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ مدراس سے وہ میسور اور میسور سے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ میسور اور حیدر آباد میں لوگوں نے بڑی دھوم دھام سے آپ کا خیر مقدم کیا۔

1930ء میں مسلمانوں کی پرانی انجمن مسلم لیگ نے آلہ آباد میں اپنا سالانہ جلسہ کیا۔ ڈاکٹر اقبال اس جلسہ کے صدر چُنے گئے۔ اس موقع پر آپ نے جو تقریر کی اس میں پاکستان کی تشکیل کے متعلق اشارے بھی کئے تھے۔

اقبال کا مسکن

ڈاکٹر اقبال کچھ عرصہ بھاٹی دروازہ میں رہے۔ پھر وہاں سے انار کلی چلے آئے وہاں کوئی نو دس سال رہے۔ انار کلی میکلوڈ روڈ پر ایک کوٹھی میں کوئی چودہ سال گزار دیئے۔ انتقال سے کوئی تین سال

پہلے انہوں نے میو روڈ پر اپنی خاص کوٹھی بنائی تھی جس کا نام جاوید منزل رکھا گیا تھا۔

خطابات کی بھرمار

جب وہ لاہور تشریف لائے تھے صرف "شیخ محمد اقبال" تھے صرف شیخ محمد اقبال تھے۔ ولایت سے واپس آئے تو ڈاکٹر اقبال کہلانے لگے۔ حکومت ہند نے اس کو "سر" کا خطاب عطا کیا گیا تو آپ نے استاد مولوی میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دلوایا لیکن قوم میں وہ علامہ اقبال کے نام سے موسوم ہو گئے۔ باوجود ان تمام خطابات کے وہ ایک سیدھے سادے اور درویش انسان تھے۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو اکثر شعروں میں فقیر اور درویش کہا ہے۔ اور اس پر فخر بھی کیا ہے۔

اللہ کے بندوں کو آتی نہیں روباہی

آخری زمانہ کا کلام

علامہ اقبال نے مدت سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔
زندگی کے آخری زمانے میں انہوں نے اردو کی طرف توجہ کی۔ بال جبریل
اور "ضرب کلیم" میں آپ کی زندگی کے آخری دور کا کلام موجود ہے۔
بال جبریل علامہ اقبال کی کتابوں میں سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے۔
اقبال نے اپنی کتابوں میں صرف مسلمانوں سے خطاب کیا ہے۔ "جاوید نامہ"
اور "بال جبریل" میں انہوں نے ساری دنیا کے غریبوں کو پیغام دیا ہے۔ مذکورہ
بالا دونوں کتابوں کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین کو خدا کی
ملکیت سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ سارے انسان ایک کنبہ کے لوگوں
کی طرح مل جل کر رہیں اور زمین کی خاطر ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے
ختم کریں۔

Scanned with OKEN Scanner

وفات

1935ء میں ان کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا
اس واقعہ نے انکے دل پر بہت اثر کیا۔ چنانچہ ایک دن اکیلے
بیٹھ کر وصیت لکھی اور رجسٹرار کے پاس بھیج دی۔ وفات سے کوئی
سال بھر پہلے ان کی آنکھوں میں موتیاں بند اتر آیا، کچھ دنوں
بعد سانس پھولنے لگا آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کو عنقریب
وصال حق نصیب ہونے والا ہے۔ چنانچہ دسمبر 1937ء میں علامہ
نے یہ رباعی کہی تھی جو ان کی شدید بیماری کے موقع پر آپ کی زبان
پر تھی۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید

سر آمد روزگارے این فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

Scanned with OKEN Scanner

1937ء میں طبیعت زیادہ بگڑ نے لگی۔ قلب
بہت کمزور ہو گیا تھا۔ دلی کے مشہور طبیب نابینا صاحب اور حکیم
"محمد حسن قریشی" پرنسپل طبیہ کالج علاج کرتے تھے۔ آپ کے بڑے
بھائی شیخ عطا محمد نے آپ کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر دو چار
کلمات تسلی کے کہے مگر "علامہ اقبال" ہنس کر کہنے لگے کہ بھائی میں مسلمان
ہوں موت سے نہیں ڈرتا۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

وفات سے تین چار روز پہلے بلغم میں خون آنے
لگا ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ دل کی طرف جانے والی رگ کے پھٹ جانے
کا اندیشہ ہے۔ آخر کار علامہ نے 21 اپریل 1938ء کو انتقال کیا۔
وفات کے وقت ان کی عمر 65 سال سے اوپر تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہندوستان میں اقبال کا ماتم

اقبال کی وفات کی خبر آناً فاناً لاہور میں پھیل گئی، بازار بند ہو گئے اور لوگ جاوید منزل کی طرف جانے لگے۔ شام کو جنازہ اٹھا اور شاہی مسجد کے میناروں کے سائے میں ان کی میت کو دفن کیا گیا۔ جنازے کے ساتھ کوئی پچاس ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ آپ کے انتقال پر ہندوستان بھر کے شہروں اور قصبوں میں جگہ جگہ ماتمی جلسے ہوئے۔ شعراء نے اس موقع پر مرثیے اور تاریخیں بھی کہیں۔

ساز خاموش ہو گیا مگر نغمے زندہ ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اقبال امید کے گیتوں سے سوئے دلوں کو جگانے والا، مایوس کی ہمت بندھانے والا، اسلام کا سچا عاشق اور ملت کا سوگوار ہم میں نہیں رہا لیکن اس نے ہمارے دلوں کو یقین اور تنظیم کے جس نور سے جگمگایا تھا اس کی روشنی شک اور مایوسی کی تاریکی میں ہمیں صراط مستقیم دکھاتی رہے گی۔ ساز خاموش ہو گیا مگر نغمۂ ارض اور اس کی فضا

اس کے نغموں سے قیامت تک گونجتی رہے گی۔ ہمیں چاہیے کہ علامہ اقبال کے کلام کو ہر روز پڑھیں اور سمجھیں اور اولعزمی کے ساتھ مستقل طور پر عمل پیرا ہوں۔

ختم شد

Student Study Project

Academic year: 2022-23

S/No	Name of the student	Topic	Submitted Date
1.	M. Abdul Basit khan	دیوان حالی	10.03.2023
2.	M. Bilkhis Banu	اردو افسانہ نگاری کا ارتقاء	10.03.2023
3.	P. Madiha	اردو کے مشہور افسانہ نگار	10.03.2023
4.	S. Farzana	اردو میں مضمون نگاری	10.03.2023
5.	S. Muskan	سرسید کی مضمون نگاری	10.03.2023
6.	S. Nasir Hussain	بحث و تکرار کا خلاصہ	14.03.2023
7.	S. Noor Asif	اردو ڈرامہ کی تعریف	14.03.2023
8.	S. Shabana	ڈرامہ کی روایت، آغاز	14.03.2023
9.	M. Jawadullah	اردو کے اہم ڈرامہ نگار	14.03.2023
10.	P. Mehtaj	ڈرامے کا آغاز وارتقاء	14.03.2023

LECTURER
GOVT. DEGREE COLLEGE
RAYACHOTY

Scanned with OKEN Scanner

Gov't Degree College Rayachoti

Student Study Project

Academic year

2022 - 2023

Name : M. Abdul Basit khan

Group : BA (H.P.U)

Subject : Urdu

Topic : دیوانِ حالی

Scanned with OKEN Scanner

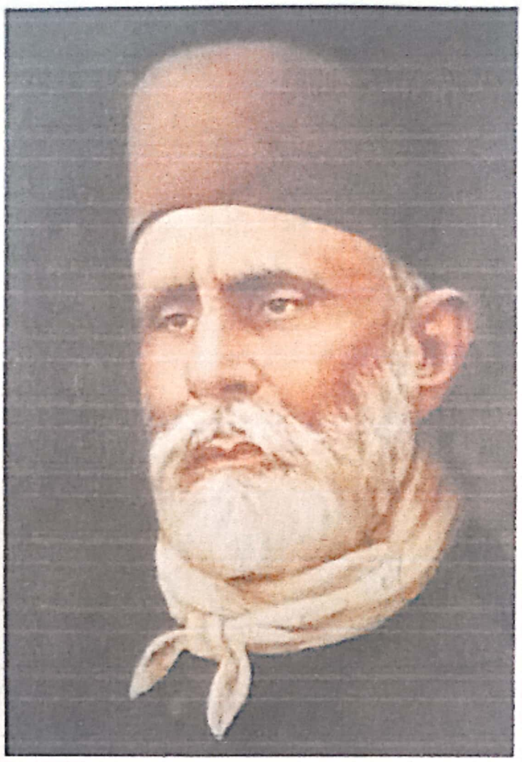

اردو شاعر

دیوان حالی

الطاف حسین حالی

حالت زندگی

Scanned with OKEN Scanner

الطاف حسین حالی کی حیات زندگی

مولانا الطاف حسین حالی کی پیدائش 1837ء میں پانی پت میں ہوئی -
حالی جب نو (۹) برس کے تھے تبھی ان کے والد خواجہ ایزد بخش کا انتقال ہوگیا
((اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)) اور ان کی پرورش کا ذمہ ان کے بڑے بھائی اور بہن نے لیا - حالی نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد عربی اور فارسی کی بھی تعلیم حاصل کی ہے -

حالی ابھی صرف 17سال کے ہی تھے کہ ان کی شادی ہوجاتی ہے - 1854ء میں دلی جاکر مولانا نوازش علی سے ڈیڑھ سال تک تعلیم حاصل کی - لیکن حالت خراب ہونے کی وجہ سے پھر پانی پت لوٹ آئے اور تین چار سال تک مصطفیٰ خان شیفتہ کی صحبت میں رہے -

یہاں تک شعر و شاعری کا جذبہ پھر سے ابھرنے لگے - وہاں سے کچھ سال بعد پھر لاہور آئے اور یہاں انگریزی سے اردو ترجمہ کی گئی کتابوں کی عبارت کی اصلاح کرنے لگے اور ایک اسکول میں کچھ دنوں تک استاد بھی رہے -

Scanned with OKEN Scanner

لاہور میں چار سال کے بعد حالی وہاں سے دہلی چلے گئے اور وہاں سے سر سید کے ساتھ علی گڑھ چلے گئے اور پھر حیدرآباد دکن میں ملازمت کے بعد پانی پت چلے آئے اور پانی پت میں ہی 31 دسمبر 1914ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

((انا للہ وانا الیہ راجعون))

حالی ایک ایسے شاعر ہیں جو نظم اور نثر دونوں میں درجہ کمال رکھتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے درج ذیل ہیں۔

1. مقدمہ شعر و شاعری

بہت زیادہ مشہور ہوئی۔

۲. حیات سعدی

۳. حیات جاوید

۴. مسدس حالی مد وجزر اسلام

۵. یادگارِ غالب

ان کے مشہور و معروف تصانیفوں میں سے ہیں۔ حالی کے مشہور شعر ملاحظہ ہوں۔

Scanned with OKEN Scanner

ہے جستجو کہ خوب سے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

حالی نے ہر طرح سے اپنی شاعری دنیا میں دنیاوی رنگ اتارا ہے۔ 1857ء میں دلی میں جو کہرام مچا وہ حالی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دلی کے حادثہ کا تذکرہ حالی نے اپنی شاعری میں اس طرح سے کیا ہے کہ آنکھیں نم ہو جائیں۔

تذکرہ دہلی کا مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

حالی ایک ایسے شاعر گزرے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں سماج کی تکلیفوں کو دکھایا ہے۔ ان کے دکھوں کو ظاہر کیا ہے۔

اس کے علاوہ حالی نے معاشرے کی مظلوم عورتوں کے بارے میں لکھا ہے۔
عورتوں کی خاموشی کو دیکھتے ہوئے ان کی نظمیں "چپ کی داد" اور ایک بیوہ عورت کی مجبوری کی کہانی کی نظم "مناجات بیوہ" بہت زیادہ مشہور ہوئی۔

حالی کی شاعری میں سادگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ حالی نے زمانے کی عوام کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اس لیے ان کی شاعری دل میں اترتی ہے۔

حالی نے مرثیہ، مثنوی، رباعیات جیسی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور تقریباً سب مشہور ہوئیں۔

حالی ایک ترقی پسند شاعر ہیں جنہوں نے اردو نثر اور نظم دونوں میں اپنا کمال دکھایا۔ انہوں نے اردو شاعری کو ایک نیا موڑ دیا۔
اردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے میں ان کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

الطاف حسین حالی کی تنقید نگاری

مولانہ الطاف حسین حالی وہ پہلے تنقید نگار ہیں جنہوں نے باضابطہ اردو تنقید کا بانی کہا جاتا ہے۔ 1893ء میں حالی نے اپنا دیوان شائع کیا اس میں ایک مضمون لکھا۔ جو مقدمہ "شعروشاعری" کے نام سے مشہور ہوا۔ پہلے اس مقدمہ کی سخت مخالفت کی گئی حالی کو برا بھلا کہا گیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مخالفت کے بجائے حالی کی تنقیدی افکار و خیالات پر سنجیدگی سے غور کیا جانے لگا اور سبھی کو یہ تسلیم کرنا پڑا۔ کہ حالی اردو کے پہلے تنقید نگار ہیں۔

مولوی "عبدالحق" نے اس مقدمہ کو تنقید اردو کا پہلا نمونہ بتایا۔ اس مقدمہ میں حالی کے درج ذیل خیالات ہمیں ملتے ہیں۔

حالی شعروادب کو صرف مسرت اور خوشی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے وہ ادب کو مقصد سے جوڑتے تھے۔ وہ شاعری کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ شاعری زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ دنیا میں اس سے بڑے بڑے کام کیے گئے ہیں۔

Scanned with OKEN Scanner

1. تخیل

تخیل جسے انگریزی میں Imagination کہا جاتا ہے۔

حالی کا خیال ہے کہ تخیل کی طاقت پیدائشی ہوتی ہے۔ اسے مشق سے حاصل کرنا مشکل ہے البتہ لگاتار کوشش سے اس میں مہارت پیدا کی جا سکتی ہے۔

حالی کا خیال ہے کہ تخیل کو بے لگام نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس پر عقل کی گرفت ضروری ہے ورنہ شعر کا مفہوم سمجھ سے باہر ہو جائے گا۔

۲. مطالعہ کائنات

شاعری کے لیے دوسری چیز مطالعہ کائنات ہے ہر شاعر اور فنکار اپنے فن کے لیے مواد کائنات ہی سے حاصل کرتا ہے۔ یہ کائنات کتنی وسیع اور عظیم الشان ہے کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے حصہ کو پیش کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اب شاعر کائنات کا گہرا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کی نظر میں گہرائی ہوتی ہے۔ تب جا کر وہ اپنے مشاہدات و تجربات کو ادب میں پیش کرتا ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

۳. تفحص الفاظ

تفحص الفاظ کا مطلب مناسب الفاظ کی جستجو یا الفاظ ہے۔
جس طرح ایک مصور مختلف رنگوں کے بغیر تصویر نہیں بنا سکتا اسی طرح ایک شاعر مناسب لفظوں کے بغیر شاعری نہیں کر سکتا۔ مصور بہت سوچ سمجھ کر رنگوں کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح ایک شاعر صحیح مفہوم پیش کرنے کے لیے ایک ایک لفظ پر کئی بار غور کرتا ہے۔

⟸ حالی نے شعر کے لیے تین خصوصیات کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

1. سادگی
2. جوش
3. اصلیت

Scanned with OKEN Scanner

1. سادگی

حالی کی نظر میں سادگی سے مراد شعر کو سادہ اور آسان ہو جانا چاہیے
تاکہ سننے والے کو آسانی سے سمجھ میں آجائے اور ضروری ہے کہ شعر میں جو خیال پیش کیا جاتا ہو وہ
سادہ ہو اس کے لیے جن الفاظ کا انتخاب کیا جائے وہ بھی سادہ ہو حالی کے نظر نئے خیال پیچیدہ
اور مبہم نہ ہو حالی کے اس خیال سے اختلاف کیا جاسکتا ہے ہو سکتا ہے۔ حالی نے شاعر کے لیے جو
خصوصیت بتائی ہے۔

وہ اس دور کے لیے قابل قبول ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شاعر سادہ خیال ہی
کو پیش کرے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سادہ الفاظ ہی انتخاب کرنے زمانے کی تبدیلی کے
ساتھ ساتھ موضوعات اور مسائل بدلتے ہیں۔ اسلئے شاعر پر یہ شرط لگانا انصاف
کا تقاضہ نہیں۔

2. جوش

جوش سے مراد یہ ہے کہ مضمون ایسے بے ساختہ اور موثر انداز میں پیش کیا جائے
یہ شعر تاثیر سے لبریز ہو جائے اور سننے والے کے دل پر اس کا خاص اثر ہو۔ شعر میں جتنی تاثیر ہوگی
اتنا ہی وہ دلوں کو متاثر کرے گا۔ اگر شعر تاثیر سے خالی ہو تو اس کا کہنا اور سننا کا مطلب نہیں۔

Scanned with OKEN Scanner

3. اصلیت

اصلیت سے مراد حالی کے نزدیک یہ ہے کہ شعر میں وہ بات بیان کی جائے جو حقیقت میں سے قریب ہو۔ حالی نے ایسے شعر کو جس میں جھوٹ اور مبالغہ ہوا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ حالی کو جھوٹ اور مبالغہ سے نفرت تھی اور اس دور میں اردو شاعری میں اسی کا بازار گرم تھا۔ حالی کہتے ہیں کہ شاعر کو ان تشبیہات سے دور رہنا چاہیے۔

اقوال

☆ انگریزی ادب میں سوانح نگاری میں جو مرتبہ Baswel کا ہے وہی اردو میں حالی کا ہے۔

☆ حالی کی اہمیت تاریخ کے شاعری کی حیثیت سے بھی جو مرتبہ اور نقاد کی حیثیت سے بھی اور یہ بھی اہمیت باقی رہے گی۔

[علیم الدین احمد]

Scanned with OKEN Scanner

* حالی نے پرانی تنقید سے الگ ہو کر نئی تنقید کی ابتدائی کی ہے۔

شبلی نئی اور پرانی تنقید کے بیچ تعلق نظر آتے ہیں۔

[کلیم الدین احمد]

* مجنوں گھور گھپوری نے حالی کو اردو کا ڈرائیڈن کہا ہے۔

یہ رہی الطاف حسین حالی کی حیات زندگی کا اہم پہلوں جنہیں تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہو اس شعر و شاعری کے فن کو اس دنیا عام کیا۔

انہیں اس دنیا کے بہت مشہور و معروف شاعر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

الطاف حسین حالی باکردار شخص انصاف پسند آدمی ہیں ان کے حسن تربیت کے بنا پر اس دنیا کے مشہور و معروف شخص بنا دے۔

حالی ایسے شاعر ہیں جو نظم اور نثر دونوں میں کمال درجہ رکھتے ہیں۔

ان کے بہت سارے تصانیفات موجود ہیں۔

ان کی وفات دسمبر ۳۱، 1914ء میں پانی پت میں ہوئی۔

((اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن))